روزنامہ

الفضل

ربوہ

ایڈیٹر: نسیم سیفی

فون ۴۴۹

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۷۵/۴۰ | سوموار ۲۴ ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ، ۱۵ اخاء ۱۳۶۹ ہش، ۱۵ اکتوبر ۱۹۹۰ء | نمبر ۲۳۴ / ۱۸۴

خصوصی درخواست دعا

ربوہ: ۱۴ اخاء (اکتوبر) حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ حرم محترم سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارہ میں تادم تحریر کوئی تازہ اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ تاہم اس سے قبل ۱۰ اکتوبر رات گیارہ بجے جو اطلاع ملی تھی اس میں خدا کے فضل سے آپ کی صحت میں نمایاں ترقی کی خوشکن رپورٹ تھی۔ ذیل میں ہم وہی رپورٹ دوبارہ احباب کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے۔ اگرچہ ڈاکٹروں نے کافی عرصہ آرام اور نگرانی کی تاکید کی ہے۔ لیکن خدا کے فضل سے آپ کی طبیعت اس حد تک بہتر ہے کہ ڈاکٹروں نے ہسپتال سے گھر آنے کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ آج آپ خدا کے فضل سے گھر تشریف لے آئی ہیں۔

حضرت بیگم صاحبہ تمام احباب کا ان کی پُرخلوص دعاؤں پر دلی شکریہ ادا کرتی ہیں۔ احباب سے درخواست ہے کہ آپ کی کامل شفایابی کے لئے دعا کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضرت سیدہ ممدوحہ کو جلد از جلد کامل شفا عطا کرے اور عمر دراز عطا کرے۔

محترمہ صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ بیگم محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ کی آنکھ کا آپریشن ہوگیا ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب رہا ہے۔ اطلاع کے مطابق محترمہ صاحبزادی صاحبہ کی صحت اچھی ہے۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ محترمہ صاحبزادی صاحبہ کو جلد کامل شفا عطا فرمائے اور اپنے فضل سے ہر قسم کی پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"غرض سوچنا چاہیئے کہ اگر انسان ایک ڈاکو اور چور سے دلی محبت رکھے تو اگر وہ چور زیادہ احسان نہ کرے گا تو اتنا تو ضرور کرے گا کہ اس کی چوری نہ کرے گا۔ تو اب سمجھنا چاہیئے کہ جب محبت کرنے سے چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو کیا خدا سے فائدہ نہیں ہوتا؟ ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے کیونکہ خدا تو بڑا رحیم کریم اور بڑے فضلوں اور احسانوں والا ہے۔ جو لوگ کرموں۔ آواگون اور جونوں کی راہ لئے بیٹھے ہیں میرا یقین ہے کہ ان کو اس راہ کا خیال تک بھی نہیں۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۳۹)

"جو شخص سچے جوش اور پورے صدق اور اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی طرف آتا ہے وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ یہ یقینی اور سچی بات ہے کہ جو خدا کے ہوتے ہیں خدا ان کا ہوتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کی نصرت اور مدد کرتا ہے بلکہ ان پر اپنے اس قدر انعام و اکرام نازل کرتا ہے کہ لوگ ان کے کپڑوں سے بھی برکتیں حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ جو دعا سکھائی ہے تو یہ اس واسطے ہے کہ تا تم لوگوں کی آنکھ کھلے کہ جو کام تم کرتے ہو دیکھ لو کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا ہے۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۴۴)

"یہ بات سچی ہے کہ جب انسان کوئی فعل کرتا ہے تو سُنّت اللہ اسی طرح سے ہے کہ اس فعل پر ایک فعل خدا تعالیٰ کی طرف سے سرزد ہوتا ہے۔ جیسے اس شخص نے بدقسمتی سے جب چاروں دروازے بند کر دیئے تھے تو اس پر خدا تعالیٰ کا فعل یہ تھا کہ اس مکان میں اندھیرا ہی اندھیرا ہوگیا۔ غرض اس اندھیرا کرنے کا نام خدا کا غضب ہے۔"

(ملفوظات جلد دہم صفحہ ۴۵)

حبل اللہ کو مضبوط پکڑ لو

اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو)

فرمایا

"جس قوم کے افراد ایسے ایک دوسرے سے دور ہوں کہ اگر ایک کو سُکھ پہنچے تو دوسرے کو دُکھ محسوس ہو اور اگر ایک کو تکلیف پہنچے تو دوسرے کو آرام ہو اس قوم کے لئے کسی قسم کی ترقی کی امید نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ (مسلمانوں کو) خدا تعالیٰ نے بار بار قرآن شریف میں اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو اور کامیاب قوم بننا چاہتے ہو تو آپس کے لڑائی جھگڑوں کو چھوڑ کر ایک ہو جاؤ فرمایا (ترجمہ) کہ تم سب (کے سب) اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور پراگندہ مت ہو (کہ آپس کے اختلافات کو چھوڑ دو اور حبل اللہ کو مضبوط پکڑ لو) جب تمام آدمی ایک رسّہ کو پکڑ لیتے ہیں تو میں نے دیکھا ہے کہ ان میں سے اگر ایک کو جھٹکا لگے تو سب کو لگتا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ نے اتفاق اور اتحاد کا یہ نشان بتایا ہے کہ حبل اللہ کو ایسا مضبوط پکڑو کہ ایک کے سُکھ میں سارے سُکھ محسوس کرو۔ اور ایک کے دُکھ میں سب کو دکھ پہنچے جب کسی قوم کے لوگ ایسے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ایسی قوم کی ترقی کے راستے کھول دیتے ہیں۔

ہماری جماعت کو جہاں اور بڑے بڑے کاموں کی طرف توجہ ہے وہاں اس طرف بھی بہت توجہ کرنی چاہیئے۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس میں ابھی کمی ہے جہاں کوئی جھگڑا یا اختلاف ہوتا ہو وہاں ذاتی اغراض کو مدِ نظر رکھ کر جماعت کے اغراض اور مقاصد کو قربان کیا جائے تو افسوس کی بات ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ

باقی صفحہ ۸ پر

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دار النصر غربی۔ ربوہ
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۱۵، اخاء ۱۳۶۹ ہش ۱۵، اکتوبر ۱۹۹۰ء

پاکستانی اخبارات

ملک جن حالات میں سے گزر رہا ہے اس کا تصوّر کرتے ہوئے بھی جی گھبراتا ہے۔ الیکشن ہونگے۔ الیکشن نہیں ہونگے۔ مارشل لاء آئے گا۔ مارشل لاء نہیں آئے گا۔ احتساب ضروری ہے۔ احتساب انتقام کے طور پر کیا جا رہا ہے۔ یہ ساری باتیں یوں گڈ مڈ ہو گئی ہیں کہ یہ سمجھنا مشکل ہے کہ ملک کس راہ پر گامزن ہو چکا ہے اور اس کی منزل کیا ہوگی۔ یہ ڈگمگاتی اور ڈولتی کشتی کس کنارے لگے گی۔ اور کنارے سے لگے گی تو ثابت و سالم لگے گی یا اس کے تختے اُکھڑ چکے ہونگے اور اس میں سفر کرنے والے دھچکوں سے بے حال ہو چکے ہونگے۔ ہم تو اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے ہیں کہ ملک کی منزل آرام و چین اور خوشحالی ہو۔ استحکام ہو۔ بین الاقوامی سربلندی ہو۔

سب جانتے ہیں کہ ملک کے بنانے اور بگاڑنے میں سب سے زیادہ ہاتھ میڈیا کا ہوتا ہے۔ صحیح خبریں دیجے اور مثبت تبصرے کیجے تو ملک صحیح راستے پر رہے گا۔ غلط خبریں دیجے اور منفی تبصرے کیجے تو کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی بہت کچھ ہو جائے گا۔ اور یہ بہت کچھ خرابی کی صورت میں سامنے آئے گا۔ موجودہ وقت میں ملک کی جو کیفیت ہے اس میں بھی میڈیا کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اگر اتنی سی خبر چھپ جائے کہ فلاں سیاسی لیڈر کو قتل کر دیا جائے گا۔ تو دو طبقے دست و گریباں ہو جائیں گے۔ اس لیڈر کے حامی بھی اور اس کے مخالف بھی اگرچہ یہ خبر غلط ہی ہو۔ اور کسی نے ایسی کوئی بات نہ کہی ہو۔

میڈیا کے متعلق صحیح رائے دینے کے لئے ملک کے باوقار چیف جسٹس سے بڑھ کر اور کون اس کا اہل ہوتا ہے۔ اور محترم چیف جسٹس صاحب نے کہا ہے۔ (ہم ایک اخبار کی سرخیاں درج کرتے ہیں) "پریس کا رویّہ شرمناک ہے۔ سنجیدہ ایکشن لیا جا سکتا ہے۔ ایک ایک اخبار کو توہین عدالت کا نوٹس دیا جائے تو چھوٹے بڑے جیل جا سکتے ہیں۔ ججوں کے ریمارکس کو سیاق و سباق سے ہٹ کر شائع کیا جاتا ہے۔ ایک اخبار کچھ لکھتا ہے۔ دوسرا کچھ اور۔ کسی شخص کی غلطی عدالتوں کے سر تھوپی جا رہی ہے۔ پریس رپورٹرز غیر ذمہ دارانہ رپورٹنگ کرتے ہیں۔ اہم قومی معاملات کے پیش نظر ان باتوں کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے وگرنہ پریس کا رویّہ انتہائی غیر ذمہ دارانہ رہا۔"

آپ اندازہ کریں کہ اگر عدالتوں کی رپورٹنگ کا یہ حال ہے تو سیاسی رپورٹنگ پر کس طرح یقین کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ ہمارے پریس کو ہدائت دے۔

کس کو سمجھاتا ہے کوئی اور کیوں
کس کے منہ آتا ہے کوئی اور کیوں
کس کا ہے بے داغ ماضی، دوستو
کس سے شرماتا ہے کوئی اور کیوں

ابوالاقبال

○

پہلے بھی اسیروں کو نہیں بھولے تھے ہم لوگ
اس تازہ مصیبت نے تو رکھا ہے ہلا کے

بھٹکی ہوئی رُوحوں کی بھی تقدیر نے سُن لی
رکھا ہے دِیا روزنِ زنداں میں جلا کے

اس دَور کے مظلوم ہیں اعزاز کے قابل
مولا نے چُنا ان کو بہت ٹھونک بجا کے

کرتے ہیں دعائیں جو ہمارے لئے دن رات
ہیں ان دنوں محتاج وہ خود خاص دعا کے

پردیس کے یعقوب کو بینائی دے یا رب
جھونکے بھی اب آنے لگیں یوسف کی ہوا کے

انسان ہیں مگر قابلِ رشک ان کی اَدائیں
ڈھالے ہیں غم و دَرد میں پیمانے وفا کے

کس مٹی سے تخلیق ہوئی ان کی یہ سیرت
ہاتھوں میں لئے پھرتے ہیں سَر اپنا اُٹھا کے

دنیا میں نہیں کوئی نظیر ان کے جنوں کی
پابند ہیں دل جان سے پیمانِ وفا کے

دُکھ ہے تو فقط یہ کہ نہ آقا کو ہو تکلیف
اُبھرے ہیں عجب رنگ میں اخلاص کے خاکے

ہر فردِ جماعت کو عطا کی ہے یہ نعمت
وعدے تھے جماعت سے اسی ذہنِ رسا کے

جب تک نہ اسیروں کی رہائی کے ہوں ساماں
اب مستقل اُٹھے ہی رہیں ہاتھ دعا کے

امۃ الباری ناصر

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر

اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے۔

علمی مسائل

قرآن کریم کا طریق ہے کہ وہ اصلاح خلق کے لئے ایسی ہدایات دیتا ہے جو بدی کی جڑ کو کاٹنے والی ہوتی ہیں چونکہ بعض لوگ بدظنی کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس نے حکم دے دیا کہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں بغیر اجازت اور بغیر گھر والوں کو سلام کرنے کے داخل نہ ہوا کرو تا کہ کوئی شخص تم پر چوری یا بدکاری کی بدظنی نہ کرے۔ اگر تم اجازت لے لو گے یا سلام کہہ لو گے تو پھر ہر ایک شخص کو پتہ لگ جائے گا کہ گھر کے تمام مردوں اور عورتوں کو تمہارے اندر داخل ہونے کا علم ہے۔ اور اس صورت میں نہ تم پر کوئی چوری کا الزام لگا سکے گا اور نہ بدکاری کا۔ اور اگر یہ سوال ہو کہ گھر میں کوئی ہو ہی نہ تو پھر کیا کیا جائے تو اس کا جواب یہ دیا کہ اس صورت میں گھر میں داخل ہی نہ ہو جب تک کہ تمہیں اجازت نہ دی جائے۔ یعنی اس وقت تک انتظار کرو جب تک کہ خاندان کے مرد و زن واپس نہ آجائیں تا کہ تم پر چوری کا الزام نہ لگ سکے۔ اور گھر کے افراد کے واپس آنے کے بعد اگر اجازت مل گئی تو تم بدکاری کے الزام سے بھی محفوظ ہو جاؤ گے پھر سوال ہو سکتا ہے کہ اگر گھر کے افراد تو موجود ہوں مگر وہ اجازت نہ دیں تو پھر کیا کریں اس کا جواب یہ دیا کہ گھر والے اپنے گھر کے مالک ہیں اگر وہ اجازت نہ دیں تو اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ انگریز اپنی زبان کے اس محاورے پر بڑا فخر کیا کرتے ہیں۔ کہ انگریز کا گھر اس کا قلعہ ہوتا ہے۔ یعنی اس میں کوئی شخص بلا اجازت داخل نہیں ہو سکتا لیکن ان میں تو یہ بات آج آئی ہے۔ اور قرآن نے اس وقت یہ قانون بنایا جب انگریز ابھی ننگے پھرا کرتے تھے۔ اور بندروں سے زیادہ ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ یہ آیات جو تمدنی زندگی سے تعلق رکھنے والے بعض نہایت ہی لطیف احکام پر مشتمل ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی ہے کہ کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت حاصل کر لیا کرو۔ استیناس کے معنے جیسا کہ حل لغات میں بتایا جا چکا ہے اس بات کا علم حاصل کرنے کی کوشش کے ہیں کہ آیا گھر والے ملاقات کرنا پسند کرتے ہیں یا نہیں (بحر محیط) اسی طرح اس کے ایک معنے اجازت حاصل کرنے کے بھی ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے یہی مروی ہے اور انہوں نے تستانسوا کے معنی تستاذنوا یعنی اجازت مانگنے کے ہی کئے ہیں) اگر اس قرآنی ہدایت پر عمل کیا جائے تو دنیا کے بہت سے فسادات اور جھگڑے ہی مٹ جائیں۔ بعض لوگ بڑی سادگی سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ یونہی ہماری نظر پڑ گئی تھی اور اس بنا پر وہ دوسرے پر اتہام لگا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ذریعے اس قسم کی خرابیوں کو بھی دور کر دیا۔ اگر کوئی شخص کہے گا کہ جھانک کر دیکھنے سے میں نے فلاں کو اس حالت میں دیکھا تھا تو قاضی کہے گا کہ تو جھانکا کیوں تھا تیری گواہی قابلِ قبول نہیں کیونکہ تو نے خود شریعت کے حکم کو توڑا ہے۔ دوسرے اس ہدایت پر عمل کرنے سے خود انسان بہت سے ایسے مواقع سے بچ جاتا ہے جن کی وجہ سے وہ اتہام کا نشانہ بن سکتا ہے۔ تیسرے آپس کے تعلقات میں بھی کشیدگی پیدا نہیں ہوتی اگر دوسروں کے گھروں میں آنے جانے کے لئے اجازت کی شرط نہ ہو تو ایسی صورت میں جبکہ میاں بیوی بے تکلفی کی حالت میں بیٹھے ہوں ان کو شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ پھر اگر اجازت لینا ضروری نہ ہوتا تو چوروں کی وارداتیں بھی بڑھ جاتیں ایک شخص چوری کی نیت سے اندر داخل ہو جاتا اور جب پکڑا جاتا تو کہتا میں تو ملنے آیا تھا۔ غرض ان احکام میں بیسیوں فوائد مخفی ہیں۔ مگر آج کل جہاں دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے لوگ عموماً اجازت لے لینے کے عادی ہیں وہاں استیناس کرتے وقت (سلام) کہنے کا بہت کم رواج ہے۔ وہ صرف زور زور سے دستک دینا اور شور مچانا شروع کر دیتے ہیں یا باہر کھڑے کھڑے بلند آواز سے گھر والے کا نام لے کر بلانا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ استیناس کے ساتھ سلام کہنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ چنانچہ احادیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف رکھتے تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اندر آجاؤں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک خادم کو بلایا اور اسے فرمایا کہ جاؤ اور اسے اجازت حاصل کرنے کا طریق بتاؤ۔ جو یہ ہے کہ پہلے (سلام) کہے اور پھر دریافت کرے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے (فصل البیان) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے سلام کہنا چاہیئے اور پھر اجازت لینی چاہیئے اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ اگر ایک دفعہ جواب نہ ملے تو وقفہ وقفہ کے بعد تین دفعہ (سلام) کہنا چاہیئے لیکن بعض لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے اجازت لینی چاہیئے اور پھر سلام کہنا چاہیئے کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں کہ (پہلے استیناس کرو۔۔۔۔۔۔۔۔) یعنی استیناس کا پہلے ذکر آتا ہے اور سلام کا بعد میں مگر ان کا یہ استدلال درست نہیں بے شک اس جگہ استیناس کا پہلے ذکر آتا ہے۔ لیکن استیناس کے معنے استعلام اور استکشاف کے ہیں یعنی اس بات کا علم حاصل کرنے کی کوشش کے ہیں کہ آیا گھر والے ملاقات کرنا پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ گویا اس کے معنے اپنا تعارف کروانے کے ہیں اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ پہلے گھر والوں کی توجہ اپنی طرف پھیر لی جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ گھر والوں کی توجہ کو کس طرح پھیرا جائے۔ سو اس کے لئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا۔ کہ پہلے (سلام) کہو اور پھر اندر آنے کی اجازت حاصل کرو۔ اور ایک عام طریق جو لوگوں کا اپنا ایجاد کردہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ وہ دروازے کو زور زور سے کھٹکھٹانا یا زنجیر ہلانا شروع کر دیتے ہیں مگر (سلام) نہیں کہتے مگر چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہنا ضروری قرار دیا ہے اس لئے خواہ دستک دی جائے یا زنجیر ہلائی جائے۔ تب بھی اس حکم کے ماتحت ضروری ہوگا کہ دستک کے ساتھ (سلام) کہا جائے۔ مگر جہاں امراء کوٹھیوں کے اندر رہتے ہوں وہاں ان کی ملاقات کے لئے اگر تعارفی کارڈ اندر بھجوا دیا جائے۔ یا رقعہ لکھ کر کسی خادم کے ذریعے اپنے آنے کی اطلاع دے دی جائے۔ تو یہ طریق بھی استیناس میں ہی شامل ہوگا کیونکہ اس کے ذریعہ سے وہ اپنا تعارف کروا دیتا ہے۔ اس کے بعد جب انسان اندر داخل ہو تو انہیں سلام کہنے کے ماتحت اس کا فرض ہوگا کہ دوبارہ سلام کہے گویا ایک سلام تو استیناس کے وقت ہوگا۔ اور ایک سلام اس وقت ہوگا جب وہ ملاقات کے لئے اندر داخل ہوگا۔

محفوظ تحریریں

عزیزم مکرم بشیر احمد صاحب محمود خالد کے اکتوبر، نومبر ۱۹۸۹ء کے شمارہ میں آپ کی جو غزل شائع ہوئی ہے، اسے گذشتہ دنوں پڑھنے کا موقعہ ملا۔ آپ تو (اللہ کے فضل سے) اب آہستہ آہستہ بڑی عمدہ نظمیں اور غزلیں کہنے لگ گئے ہیں مضمون بھی عمدہ ہوتا ہے اور اس میں برجستگی اور روانی بھی ہوتی ہے۔ احمدی شعراء میں آپ نے ایک بہترین شاعر کا اضافہ کر دیا ہے۔ اللہ آپ کے ایمان و وفا اور اخلاص کو بڑھائے۔ آپ کے زورِ علم و قلم کو چار چاند لگائے اور ہمیشہ صحیح نہج پر چلائے رکھے۔ آپ کی اس غزل کا یہ شعر غیر معمولی طور پر اچھا ہے۔ بہت پسند آیا۔

؎ اب اس کو شعر سناؤں تو مجھ پہ ہنستا ہے
وہ ایک شخص جو شاعر بنا گیا ہے مجھے

اللہ آپ کو اپنے فضلوں سے نوازے اور ہر آن حامی و ناصر ہو۔

خاکسار

مرزا طاہر احمد (امام جماعت احمدیہ الرابع)

صد سالہ جشن تشکر کیلئے فراہم کی جانے والی رقوم کو جوبلی فنڈ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کیا آپ نے اپنا وعدہ ادا کر دیا ہوا ہے؟

تعارف

کتاب : BETRAYAL OF ANOTHER KIND

ایک اور قسم کی غدّاری

مصنّف :۔ لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) فیض علی چشتی

کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں کسی حکومت کا تختہ الٹا ہی جاتا ہے اور اکثر اوقات سویلین حکومت کا تختہ فوج الٹتی ہے۔ اگر اس طرح حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد ملک کی معاشی حالت بہتری کی طرف مائل ہو جائے تو تختہ الٹنے کے دن کو یوم نجات کہا جاتا ہے اور اگر حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو جائیں اور لوگوں پر ظلم و تشدّد کی انتہا ہونے لگے تو حکومت کا تختہ الٹے جانے پر سوائے آنسو بہانے کے کیا کیا جا سکتا ہے۔ ہر قدم پہ اس کی مذمت کرنے کو جی چاہتا ہے۔ چاہے مذمت کا موقعہ ملے یا نہ ملے۔ بہر حال کبھی نہ کبھی ایسا دن بھی آجاتا ہے کہ مذمت کرنے کی کھلی چھٹی مل جاتی ہے۔ پاکستان میں ۱۹۷۷ء کا سال سویلین حکومت کا فوج کی طرف سے تختہ الٹنے کا سال تھا یعنی جیسا کہ پہلے بھی ہوتا رہا تھا اب بھی ایسا ہی ہوا اور اس کے دس گیارہ سال بعد تک ملک کے سماجی اور سیاسی اداروں کو جس طرح تہس نہس کیا گیا اور ہر بات اور ہر کام کو ایک شخص کی مرضی اور منشاء کے ماتحت کر دیا گیا۔ کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان کے لئے ۱۹۷۷ء کا واقعہ نحوست لئے ہوئے آیا۔

جس کتاب کا ہم تعارف کروانا چاہتے ہیں۔ اس کے نام کا اردو میں ترجمہ یوں ہوگا "ایک اور قسم کی غدّاری" اور اس کے مصنف ہیں لیفٹیننٹ جنرل فیض علی چشتی یہ فیض علی چشتی ۱۹۷۷ء میں راولپنڈی میں کور کمانڈر تھے اور اس لئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اس وقت کی فوجی اونچ نیچ سے واقف تھے۔ یہ بذاتِ خود لوگوں کے سامنے ایک سوال بن کر ابھرتے ہیں۔ بھٹو کیس میں انہوں نے کیا کردار ادا کیا یہ بات بھی اکثر زیر غور آتی ہے اور بحث تمحیص کا موضوع بن جاتی ہے۔ اس کتاب میں لیفٹیننٹ جنرل چشتی (ریٹائرڈ) نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس سارے ایسے میں فوج کو زبردستی گھسیٹ کر لایا گیا تھا۔ فوج ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ سویلین حکومت کو برطرف کر کے خود با اختیار ادارے کی شکل میں سامنے آئے لیکن اسے ایسا کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔ اس کتاب میں ایسی باتوں پر تفصیل سے لکھا گیا ہے جنہیں اس وقت کے وزیراعظم کی خامیاں غلطیاں یا کوتاہیاں کہا جا سکتا ہے۔ مثلاً سیاسی پارٹیوں سے گفت و شنید میں تاخیر اور ریت و لعل کرنا انتخابات میں دھاندلی کرنا اور اپنے سیاسی مخالفین پر ظلم و تشدّد روا رکھنا۔ یہ باتیں تو ایسی ہیں کہ اس سے پہلے بھی ان کے متعلق بہت کچھ کہا جا چکا ہے اس کتاب میں بعض ایسی باتیں بھی بیان کی گئی ہیں۔ جو شک و شبہ کی چادر میں لپٹی رہی ہیں۔ اسی لئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب بعض ایسے گوشوں پر روشنی ڈالتی ہے۔ جو پہلے صاف نظر نہیں آرہے تھے۔ البتہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کیا وہ روشنی جو ان گوشوں پر ڈالی گئی ہے۔ اس کے ذریعے صحیح واقعات حالات سامنے آئے ہیں۔ جہاں تک صدر ضیاء کے کردار کا تعلق ہے۔ وہ خاصی بحث و تمحیص چاہتا ہے۔ بعض لوگ اسے دیانت دار، نرم خو، اور روایت کا پابند کہتے ہیں اور بعض لوگ اسے ان سب باتوں سے عاری سمجھتے ہیں۔ لوگ یہ تو بہر حال جانتے ہیں کہ اس کے دور میں منشیات اور کلاشنکوف کلچر کا آغاز ہوا اور انہیں فروغ ملا۔ مصنف نے ضیاء کی شخصیت کو منفی صورت میں پیش کیا ہے۔

کتاب میں جنوری ۱۹۷۷ء سے جولائی ۵، تک کے واقعات کو خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ الیکشن سیل کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جس کے یہ خود ہی سربراہ تھے۔ انہوں نے ضیاء کا ایک حوالہ پیش کیا ہے جو جولائی ۱۴، ۱۹۷۷ء کو راولپنڈی میں سامنے آیا تھا۔ اس حوالے میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ ۱۰۔ مارچ ۱۹۷۷ء کو فوج نے فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ اقتدار پر قابض ہو جائے گی۔ مصنف کے خیال میں یہ ایک عجیب سی بات ہے کیونکہ پہلا احتجاجی مظاہرہ تو ۱۵، مارچ کو وقوع پذیر ہوا۔ اس سے پہلے فوج کس طرح سوچ سکتی تھی کہ ملک پر قبضہ کیا جا سکتا ہے۔

متعدد افواہیں جو مارشل لاء کے اوائل میں پھیلی ہوئی تھیں۔ مصنف نے ان کی "توثیق" کی ہے۔ ایک یہ کہ جی۔ ایم جتوئی جو سندھ کے منجھے ہوئے سیاستدان سمجھے جاتے تھے، نے درمیانی عرصے کے لئے وزیراعظم بننا منظور کر لیا تھا۔ مصنف خود انہیں ضیاء کے پاس لے کے گئے۔ یہ ۱۹۸۰ء کی بات ہے اور اس کے بعد مصنف کو کینیڈا بھیج دیا گیا۔ ایک ایسے کام کے لئے جسے اب وہ ایک احمق کا پیغام کہتے ہیں اور جب وہ واپس آئے تو سب کچھ تبدیل ہو چکا تھا۔ ساری باتوں کے سلسلے میں ضیاء بنیاد پرستوں کے پنجے میں آ چکے تھے یا ایسے مشیروں کے جو بے اصولے اور ذات پرست تھے۔ کتاب میں ذوالفقار علی بھٹو کے کیس کی تفصیلات بھی درج ہیں اور مصنف کے مطابق ان چار اشخاص کو جنہیں بھٹو کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا۔ یہ یقین دہانی کرانے کے باوجود کہ انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔ آخر کار پھانسی دے دی گئی تھی۔ مصنف کا خیال ہے کہ ضیاء کے ہی دور میں کرپشن بھی بڑھی اور احتساب کا عمل بھی نہ ہونے کے برابر ہوا۔

اپنے متعلق مصنف نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ وہ ایک محنتی اور اچھے کام کرنے والے فوجی افسر تھے اور ان میں یہ قابلیت موجود تھی کہ وہ بحران پر قابو پا سکیں۔ وہ اپنے آپ کو وطن پرست بھی کہتے ہیں۔ اور جمہوریت کے دلدادہ بھی۔ ان کا خیال ہے کہ کرپشن ان کے پاس سے بھی نہیں گزری اور وہ بلا جھجک ہر بات کہہ دینے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ لیکن یہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ صرف ایسا ہی شخص ان پر تنقید کر سکتا ہے جو انہیں قریب سے جانتا ہو یا جو ان کا شریک کار رہا ہو۔ مارشل لاء کے اوائل میں یہ بات بڑے زور سے کہی جاتی تھی کہ چشتی اس کو (CMLA) کے سٹرانگ مین ہیں اور اگر ضیاء کو کسی نے اپنے عہدے سے ہٹایا تو یہ چشتی ہی ہوں گے لیکن ان کا ذاتی خیال یہ ہے کہ وہ ایسے نہیں ہیں۔ بہت سے لوگ جن کا کتاب میں منفی رنگ میں ذکر کیا گیا ہے وہ ابھی بقیدِ حیات ہیں۔ اور نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے کون کون اس کتاب کی کسی بات کی یا اپنے متعلق پیش کئے گئے حقائق کی تردید کرے گا۔ اور کرے گا تو کب کرے گا۔ بہر حال کتاب پڑھنے کی ہم سفارش کرتے ہیں۔ یہ کتاب پی۔ سی۔ ایل پبلشنگ ہاؤس راولپنڈی نے شائع کی ہے۔ اس کے ۲۹۰، صفحات ہیں اور ۳۰۰، روپے قیمت ہے یعنی ایک روپیہ فی صفحہ کے حساب سے اگر آپ کتابیں پڑھنا چاہتے ہوں تو یہ کتاب بھی ایسی کتابوں کی فہرست میں شامل کر لیجئے۔ (ن۔س)

آپ کا خط ملا

مکرم اخوند فیاض احمد صاحب لاہور چھاؤنی لکھتے ہیں:۔

سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد امام جماعت احمدیہ الثالث کی سیرت و سوانح کے بارہ میں اس عاجز و ناچیز کے مضمون کی الفضل میں اشاعت اس لئے ایک PLEASANT SURPRISE ثابت ہوئی کہ اصل میں یہ مضمون حضور کی وفات پر الفضل کی خدمت میں بھجوایا تھا جس کو آٹھ سال گذر گئے۔ اب اچانک اس مضمون میں درج کئی واقعات الفضل میں شائع ہو گئے۔ واقعات جس عظیم المرتبت وجود سے تعلق رکھتے ہیں، محبت اور احترام کے قابل تو وہی وجود ہے۔ لکھنے والا تو محض حقیر و ناچیز ہے۔ اس عاجز کی تو کوئی خوبی اس میں نہیں۔

۲۵ ستمبر شام کی چائے کی دعوت کا ازحد ممنون ہوں۔ آجکل ہم جن حالات سے بحیثیت جماعت گزر رہے ہیں اور جو مشکلات ہماری راہ میں حائل ہیں ان میں آپ کا الفضل کو زندہ رکھنا اور باقاعدگی سے شائع کرتے چلے جانا بہت بڑی ہمت اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب احباب کو جزائے خیر دے اور راستے کی ہر مشکل اپنے فضل سے آسان کر دے۔

خاکسار۔ حکیم نذیر احمد ریحان مربی سلسلہ احمدیہ ملتان

"تکبّر سے بچو کیونکہ تکبّر ہمارے خداوند ذوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے"

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

قریشی عبدالحلیم شر ایم۔اے

ہمارا نظام تعلیم اور نصاب

قوموں کی ترقی افراد کی ترقی کی مرہونِ منت ہوتی ہے۔ تعلیم وہ سیڑھی ہے جس کی مدد سے افراد ترقی کی منازل طے کرتے ہیں۔ جس قوم کے افراد جب ترقی کرتے ہیں تو پوری قوم کی حالت سدھر جاتی ہے۔ تعلیمی انقلاب سے ہی معاشی، سیاسی، سماجی اخلاقی، معاشرتی اور تہذیبی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور کوئی بھی قوم معیار زندگی کے بلند ترین معیار کو چھوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تعلیم کی بدولت انسان کا ظاہر اور باطن دونوں بدل جاتے ہیں اور انسان کے لئے ایک نئی دنیا اور کائنات پیدا ہو جاتی ہے علم خواہ روحانی ہو یا جسمانی اگر خلوص نیت اور کچھ پانے کے لئے حاصل کیا جائے تو ساری کائنات کے پیدا کرنے والے تک راہنمائی حاصل ہو جاتی ہے اور انسان کو اپنا مقصدِ حیات معلوم ہو جاتا ہے۔

جسطرح زندہ رہنے کے لئے ہوا بہت اہم چیز ہے اسی طرح تعلیم بھی کسی ملک کے لئے اتنی ہی اہم ہے۔ سرکاری رپورٹوں کے مطابق پاکستان کی شرح خواندگی یعنی پڑھے لکھے لوگوں کی شرح ۲۷ فیصد ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس ۲۷ فیصد میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو صرف اپنا نام لکھ سکتے ہیں۔

اب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں کہ پاکستان کے لئے کونسا نظام اور نصاب تعلیم بنانا چاہیئے اور ہمارے ملک میں کونسا نظام ہونا چاہیئے اور رائج نصاب تعلیم میں کیا نقائص ہیں۔

ہمارے ہاں معیار تعلیم روز بروز کیوں گرتا جا رہا ہے اس کا ایک سبب وہ نصاب ہے جو ہمارے سکولوں اور کالجوں میں پڑھایا جا رہا ہے۔ یہ لارڈ میکالے کا دیا ہوا دورِ غلامی کا نظام تعلیم ہے جبکہ ہمارے اپنے لا آفاقی نظریات ہیں۔ جو کہ عالمی اور کائناتی نظریات ہیں۔ رائج الوقت نصاب تعلیم نے قوم کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا ہے اور روز بروز ہم ایک دوسرے سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ بغیر حکمت عملی اور غور و فکر کے مغربی لادین نظریات کو قوم کے معصوم بچوں پر مسلط کر دیا گیا ہے۔ بچوں کے سامنے کوئی واضح اور جامع مستقبل نہیں کوئی منزل نہیں کوئی نظریہ نہیں جو کچھ ہم مغرب سے درآمد کرتے ہیں اسے بغیر غور و فکر کے ملک میں مسلط کر دیتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ کیا اہم ہے اور ضروری ہے اور کیا غیر ضروری ہے۔ دوسری قوموں کی تقلید کرنا ہمارا فیشن اور فخر بن گیا ہے ملک کے بڑے بڑے ماہرین تعلیم اور صاحب نظر لوگ اگرچہ اس بات پر متفق ہیں کہ ہمارے نصاب تعلیم کو ہماری دینی ثقافتی اور تاریخی اقدار و روایات کی روشنی میں مرتب کیا جانا ضروری ہے۔ ماضی میں ہمارے صاحب اقتدار بھی نصاب تعلیم اور نظام تعلیم کے بنیادی نقائص کو دور کرنے کے دعوے کرتے رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے ہم قیام پاکستان کے قبل کے حالات سے دوچار ہیں اور ہمارا نظام اُسی طرح زنگ آلود ہے۔ کتنی افسوسناک حقیقت ہے کہ کسی نے بھی آج تک کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا ورنہ اس قوم میں اتنا ٹیلنٹ ہے کہ اگر جدید دور سے مطابقت رکھتا، اپنے نظریات سے ہم آہنگ نظام دے دیا جائے تو چند سالوں میں ہمارا ملک بین الاقوامی سطح پر عزت و احترام کا مقام حاصل کر لے۔ ملک کے تمام چھوٹے بڑے تعلیمی اداروں میں ایک جیسا نظام تعلیم اور درسی نصاب رائج کر دیا جائے تو اب بھی ہم سنبھل سکتے ہیں۔ یہ کام کوئی مشکل نہیں اگر ملک کے ماہرین سر جوڑ کر مل بیٹھیں تو ہم قوم کو ایک نیا مستقبل دے سکتے ہیں۔

سکولوں اور کالجوں میں ایسا نصاب پڑھایا جا رہا ہے جس کا عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ آج ہم لوگ وہ نظریات پڑھ رہے ہیں جو آج سے سو سال یا دو سو سال پہلے یورپ میں پیش ہوئے اور جب ان کی جگہ جدید اور زیادہ جامع نظریات نے لے لی تو وہ پرانے نظریات ہمارے ہاں درآمد کر دیئے گئے۔ ہم نے خوشی خوشی اُنہیں قبول کیا اور سالوں سال سے انہیں ہی جدید سمجھ کر پڑھ رہے ہیں بلکہ رٹہ لگا رہے ہیں جبکہ یورپ والوں کے ہاں اُن کی جگہ آج کل کے نظریات نصاب تعلیم میں شامل ہیں۔ اس طرح ہم دو سو سال جدید دنیا سے پیچھے ہیں۔

آج کا دور الیکٹرونکس اور کمپیوٹر کا دور ہے۔ اس میں تصوراتی علوم کی قدر و قیمت کیا ہو گی جو آرٹس کے مضامین ہمارے ہاں پڑھائے جاتے ہیں۔ اگر ان کا مطالعہ کیا جائے تو ایسے لگتا ہے جیسے ہم اپنے طلباء کو تصورات کی دنیا میں رکھنا چاہتے ہیں۔

اسی طرح بعض ایسے مضامین ہیں جن کا متعلقہ پیشہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں وہ ایک ڈاکٹری کے طالب علم اور انجینئرنگ کے طالب علم کو پڑھنے پڑتے ہیں۔ علم سے محبت اور عقیدت کی بجائے بیزاری ہے اور ہمارے کالج اور یونیورسٹیاں اسلحہ خانہ بنی ہوئی ہیں۔ اس کی وجہ نوجوانوں میں بے چینی ہے کیونکہ اُن کے سامنے کوئی نظریہ نہیں ہے کوئی مربوط نظام نہیں اور دنیا میں کچھ کرنے کے لئے کوئی تصور نہیں۔ آج کل طالب علم صرف اور صرف ڈگریوں والے کہلا سکتے ہیں۔ علم والے نہیں۔ عجیب بات ہے کہ ایم اے اور ایم ایس سی کی ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد طالب علم نوکری کے لئے چھوٹی سی درخواست بھی نہیں لکھ سکتے۔ اس سے معیار تعلیم کے انحطاط پذیر ہونے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ہمیں نصاب سے غیر ضروری مواد کو نکالنا چاہیئے تاکہ ایک طالب علم کی صحیح راہنمائی ہو سکے۔ یہ نصاب کا غیر ضروری بوجھ ہے جس کی وجہ سے آج کل کے طالب علم نصابی کتابیں پڑھنے کی بجائے گائیڈز، ٹیسٹ پیپرز اور گیس پیپرز پر انحصار کرتے ہیں تاکہ SELECTIVE مطالعہ کر کے کسی نہ کسی طرح ڈگریاں حاصل کر لیں۔ اس طرح طالبعلم کورا کا کورا ہی رہتا ہے۔ اس کی تمام تخلیقی صلاحیتیں دبی رہتی ہیں اور اُسے ذہنی دباؤ کا شکار رہنا پڑتا ہے۔

ایک اور بدقسمتی ہمارے ملک میں یہ ہے کہ بغیر کسی اطلاع اور وجہ سے نصاب میں تبدیلی کر دی جاتی ہے۔ اس میں اساتذہ کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا۔ جس کی وجہ سے اُنہیں نیا نصاب پڑھانے میں دقت پیدا ہوتی ہے اور وہ طالب علم کی صحیح راہنمائی نہیں کر سکتے۔ ابھی پہلا نصاب کچھ کچھ طالبعلم اور استاد دونوں کو سمجھ آنے لگتا ہے تو دوسرا اور نیا نصاب موجود ہوتا ہے اس صورت حال سے ہمیں نکلنا ہو گا اور ایک باقاعدہ نظام بنانا ہو گا تاکہ ہم انتشار کا شکار ہونے کی بجائے ایک سسٹم کے تحت آگے بڑھیں اور کام کریں۔

پاکستان میں انگریزی اور اردو دو میڈیم ہیں۔ اس وجہ سے ہمارے نظام تعلیم میں بے شمار پیچیدگیاں اور مسائل پیدا ہو گئے ہیں اور سارا نظام چوں چوں کا مربہ بنا ہوا ہے۔ بچوں کو ایک جیسے علم کے حصول کے مواقع میسر نہیں ہماری بدقسمتی ہے کہ ایک ہی ملک کے ۵۰ فیصد بچوں کو سکولوں میں جانا نصیب ہی نہیں ہوتا اور وہ یا تو مزدوری کرتے نظر آتے ہیں یا ہوٹلوں پر کام کرتے یا سائیکل کی دوکانوں پر یا آٹوز کی دوکانوں پر اُن کے معصوم اور فکر مند چہرے پوری قوم کو ایک خاموش پیغام دے رہے ہوتے ہیں کہ ملک کا مستقبل جن کے مستقبل پر ہے وہ علم کی شمع پکڑنے کی بجائے جہالت کے اندھیروں میں کھو رہے ہیں۔ یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

نظام تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے ہمیں سنجیدہ ہونا پڑے گا۔ ماہرین تعلیم اور حکومت مل کر پرائمری سے لے کر ڈگری تک ایک ماسٹر پلان بنائیں اور بنیاد کو پکڑیں اور پرائمری سے ہی طالب علم کو علم سے محبت پیدا کرنے کی ترغیب دیں اور دلچسپ نصاب دیں جسے بچہ شوق سے پڑھے۔ یہ سائنس کی صدی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں سائنس کی ترقی اور ترویج پر کوئی قابل ذکر توجہ نہیں دی گئی۔ اس وقت پاکستان میں صرف ایک نیشنل سائنس میوزیم ہے جبکہ ہمارے ہمسایہ ملک ہندوستان میں ۴۰ سائنس میوزیم ہیں۔ ہمیں سائنسی تعلیم کا جال پورے ملک میں پھیلا دینا چاہیئے اور اسے پرائمری سطح سے شروع کرنا چاہیئے۔ ہمارا سارا پرائمری نظام تقریباً یا تو کھلا آسمان ہے یا تناآور درخت ہیں یا مساجد سے ملحق کھلے میدان ہیں۔ ان حالات میں ہم قوم کو کیا دے سکتے ہیں۔ بہرحال اگر ہم ملت و قوم کی ترقی میں سنجیدہ ہیں تو پھر ہمیں کام شروع کر دینا چاہیئے۔ ہمیں ملکی ضروریات کے مطابق جائزہ لینا چاہیئے کہ اگلے دس یا پندرہ سالوں میں کس طرح کے ماہرین چاہئیں۔ اس کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کی جائے اور ہر میدان کے ماہر مختلف شعبوں میں پیدا کرتے چاہئیں۔ اس کے لئے نصاب میں تبدیلی انتہائی ضروری ہے۔ اگر ہم قوم کو جلد تعلیم کا واضح پروگرام نہ دے سکے تو پھر مستقبل کی کوئی ضمانت نہیں اس کا خمیازہ پوری قوم کو بھگتنا پڑے گا۔ ہمارے پاس آخر کس چیز کی کمی ہے

باقی صفحہ ۸ پر

ڈاکٹر محمد حنیف آف کوئٹہ
حال لاہور

شیخ سعدی شیرازی

آپ کا اسم گرامی شرف الدین، لقب مصلح الدین اور تخلص سعدی تھا۔ آپ کے جد امجد عرب سے ہجرت کر کے ایران آ گئے تھے اور صوبہ شیراز میں آباد ہوئے۔ آپ کے بزرگوں کو ان کے زہد و تقویٰ اور باعمل عالم دین ہونے کی وجہ سے بڑا احترام حاصل تھا۔ بلبل شیراز شیخ سعدیؒ کے والد گرامی دینی علوم سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ حکومت وقت کے معزز عہدہ دار بھی تھے۔ شیخ سعدی کا سن ولادت ۱۱۸۴ء بتایا جاتا ہے۔ اس زمانہ کے دستور کے مطابق ابتدائی تعلیم گھر میں ہی حاصل کی۔ پھر مقامی مدرسوں میں بھی داخل رہے اور بعد میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔ بغداد کے اس شہرۂ آفاق مدرسہ میں شیخ صاحب کو حضرت علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن جوزی ایسے متبحر عالمِ دین کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔

تکمیلِ تعلیم کے بعد کچھ مدت تک اسی مدرسہ نظامیہ میں بطور استاد خدمات انجام دیں لیکن پھر اپنی قوتِ مشاہدہ، علمی پختگی و تجربات حاصل کرنے کی غرض سے رختِ سفر باندھ کر بڑی مدت تک مختلف بلاد و امصار میں سیر و سیاحت کی۔ عمر عزیز کا بڑا حصہ سیاحت میں گزارنے کے بعد ۱۲۵۶ء میں شیراز تشریف لائے ۱۲۵۷ء میں "بوستان" اور ۱۲۵۸ء میں "گلستان" تصنیف فرما کر دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ آپ کی دیگر تصنیفات بھی ہیں۔ لیکن ان دو تصنیفات نے آفاقی شہرت پائی۔ کہتے ہیں کہ ۱۰۰ سال سے بھی اوپر کامیاب زندگی گذارنے کے بعد آپ کا شیراز میں وصال ہوا جہاں آپ کا مزار موجود ہے۔ "بوستان" منظوم فارسی زبان کا شاہکار اور گلستان زبانِ پہلوی میں نثر کا درِ یکتا ہے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں ان کے ترجمے ہو چکے ہیں۔

اردو زبان میں بھی متعدد تراجم ہیں جن میں جناب "نظر زیدی" کی کوشش کامیابی سے ہمکنار اور اس لحاظ سے منفرد خوبی کی حامل ہے کہ سینکڑوں سال قبل کی مروجہ فارسی زبان کے ان دونوں شاہکاروں کا موجودہ مروجہ اردو زبان کے اسلوب میں بڑی مہارت کے ساتھ اس رنگ میں ترجمہ کیا گیا ہے کہ بوستان و گلستان کی اعلیٰ اخلاقی حکایات کا پیغام مختصراً قاری تک پہنچ جاتا ہے۔

شیخ صاحب کے زمانہ میں عرب و عجم میں مسلم قوم میں اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی زوال بڑی تیزی سے بصورت سیلاب شروع ہو چکا تھا۔ شیخ سعدیؒ ایسے بالغ نظر کے دل میں اپنی قوم کے لئے جو جذبۂ محبت موجزن تھا اس نے انہیں بے قرار کر دیا، اپنے علم و تجربہ و مشاہدہ کی رُو سے، تفکر و تدبر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اخلاقی زوال ہی وہ دیمک ہے جو مقتدر قوموں کے در و دیوار کو کھوکھلا کر دیتا اور بالآخر ایسی اقوام کو قعر مذلت میں گرا دیتا ہے۔

چنانچہ انہوں نے بوستان و گلستان میں ہر طبقہ کے لوگوں پر حکایات کے رنگ میں ان کی اخلاقی کمزوریوں کو بڑے مؤثر رنگ میں واضح کیا اور ساتھ ساتھ تمام اعلیٰ اقدار "اخلاق عالیہ" کے ایک ایک خلق کی خوبی اور اخلاق سیئہ میں سے ایک ایک بد خلقی کے نقصانات ظاہر کئے۔

ان حکایات کے ذریعہ خیر و شر کے جن امور کے متعلق نہایت مؤثر رنگ میں ایصالِ خیر و ترکِ شر کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ ان کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ تمام حکایات آج بھی ہمارے معاشرے کی برائیوں کی نشاندہی کر کے ہمیں اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرتی ہیں۔

ان ہی باتوں سے متاثر ہو کر خاکسار نے آج سے ۲۰-۲۵ برس قبل سوچا تھا کہ چونکہ آجکل فارسی زبان سے بے خبری نیز بالعموم مادہ پرستی کی وجہ سے ایسے ہزاروں بلکہ لاکھوں خاندان جن کے گھروں میں بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم کے بعد لازماً "بوستان و گلستان" پڑھانے کا دستور تھا اب اسے ترک کر چکے ہیں لہٰذا اردو زبان میں ان دونوں کتب سے منتخب حکایات لوگوں تک ضرور پہنچانی چاہئیں لیکن افسوس کہ اپنی گوناگوں مصروفیات اور غفلت کے باعث ایسا نہ کر سکا۔ اب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے یہ کام شروع کیا ہے۔

اطلاعات و اعلانات

اعلان ولادت

○ مکرم مسعود احمد خان صاحب عامر آف اسلام آباد ابن مکرم محمد منظور احمد خان صاحب ایاز لاہور کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۹۰ء کو پہلی بیٹی عطا فرمائی ہے۔ نومولودہ کا نام ثناء کلثوم رکھا گیا ہے جو مکرم کیپٹن چوہدری عبد الخالق صاحب آف راولپنڈی کی نواسی ہے۔

○ مکرم رضی اللہ صاحب ابن مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب وڑائچ ناصر آباد ربوہ کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ۱۸ ستمبر ۹۰ء کو تین بچیوں کے بعد بیٹا عطا فرمایا ہے جس کا نام محمد ظفر اللہ تجویز کیا گیا ہے۔

○ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم نصیر احمد صاحب ورک مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو یکم اکتوبر ۱۹۹۰ء کو چوتھا بیٹا عطا فرمایا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت نومولود کا نام "سفیر احمد" عطا فرمایا ہے۔ عزیز تحریک وقف نو میں شامل ہے۔

احباب ان بچوں کی صحت۔ درازی عمر اور خادم احمدیت بننے کے لئے دعا کریں۔

اعلان نکاح

○ مکرم ڈاکٹر سہیل مقصود خان صاحب ابن مکرم ملک مقصود احمد خان صاحب ڈیوس روڈ لاہور کا نکاح عزیزہ ڈاکٹر منصورہ صاحبہ بنت ڈاکٹر سلیم الدین احمد صاحب کے ساتھ مبلغ پچاس ہزار روپے حق مہر پر مکرم مولوی صفی الرحمان خورشید صاحب مربی سلسلہ احمدیہ نے مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۹۰ء بمقام دار الذکر لاہور قبل خطبہ جمعہ پڑھا۔

احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتے کو جانبین کے لئے بہت بابرکت کرے اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔

اعلان دار القضاء

(چوہدری کاشف ندیم احمد صاحب بابت ترکہ نذیر احمد صاحب کاہلوں)

ورثاء مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب کاہلوں ولد چوہدری محمد جان صاحب کاہلوں نے درخواست دی ہے کہ قطعہ ۸/۱۰ دار العدل غربی ربوہ میں سے موصوف کا حصہ ان کے پوتے کاشف ندیم احمد صاحب حال مقیم انگلینڈ کے نام منتقل کر دیا جائے۔ لہٰذا بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس انتقال پر اعتراض ہو تو تیس یوم کے اندر دار القضاء میں اطلاع دے۔

(ناظم دار القضاء ربوہ)

مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۹۰ء کے پرچہ میں شائع ہونے والے عزیزہ آنسہ پروین صاحبہ کے اعلان نکاح میں محمد افتخار احمد ستوری کی بجائے محمد مختار احمد صاحب سنوری پڑھا جائے۔

پردہ

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"پردہ کے متعلق بڑی افراط اور تفریط ہوتی ہے۔ یورپ والوں نے تفریط کی ہے اور اب ان کی تقلید سے بعض نیچری بھی اسی طرح چاہتے ہیں حالانکہ اس بے پردگی نے یورپ میں فسق و فجور کا دریا بہا دیا ہے اور اس کے بالمقابل بعض مسلمان افراط کرتے ہیں کہ کبھی عورت گھر سے باہر نکلتی ہی نہیں حالانکہ ریل پر سفر کرنے کی ضرورت پیش آجاتی ہے غرض ہم دونوں قسم کے لوگوں کو غلطی پر سمجھتے ہیں جو افراط اور تفریط کر رہے ہیں۔ (ملفوظات جلد ۶، صفحہ ۳۲۲)

(شعبہ تربیت خدام الاحمدیہ پاکستان)

کیا آپ حضرت امام جماعت کی تمام تحریکات سے باخبر رہتے ہیں اور ان میں حصہ بھی لیتے ہیں۔ نظام کی مضبوطی کیلئے یہ بات نہایت ضروری ہے۔

واقفین نو

ثناء کنول بنت مکرم محمد افضل صاحب قمر
گنج مغل پورہ لاہور

فائز نوشیرواں احمد ابن مکرم مبارک احمد صاحب ظفر
۲۶/۵۰، دار العلوم وسطی ربوہ

ملک اسامہ فیروز ابن مکرم ملک محمد حمید افضل صاحب
دار الرحمت غربی ربوہ

امۃ الحی فضیلت بنت مکرم عبدالرشید صاحب
۳۰/۱۰، دار الیمن ربوہ

عائشہ بنت مکرم محمد حنیف صاحب
جمال بیکری گولبازار ربوہ

مصباح اعجاز بنت مکرم اعجاز احمد صاحب
دار الیمن شرقی ربوہ

بشریٰ طیبہ بنت مکرم ناصر احمد صاحب
دار الیمن شرقی ربوہ

منیر احمد طاہر ابن مکرم بشیر احمد صاحب
دار الیمن ربوہ

مبشرہ طیبہ بنت مکرم ناصر احمد صاحب
دار الیمن ربوہ

محمد اکرم ابن مکرم محمد اسلم صاحب جاوید
جمال بیکری گول بازار ربوہ

عامر محمود ابن مکرم شیخ عطاء الحق صاحب
دار الیمن شرقی ربوہ

عبدالعلیم طاہر ابن مکرم مبارک احمد علوی
دار الیمن شرقی ربوہ

محمد یوسف ابن مکرم محمد یونس صاحب
فیکٹری ایریا ربوہ

رضاء الرحمٰن ابن مکرم فیض الرحمٰن صاحب
بلدیہ ٹاؤن غوث نگر کراچی

سلطان محمود ابن مکرم ماسٹر محمود صاحب
بلدیہ ٹاؤن نئی آبادی

محمد حامد سعید ابن مکرم محمد سعید صاحب طارق
۲۱/۴۷، دار النصر وسطی ربوہ

سائرہ نوشین گل بنت مکرم محمد پرویز خالد
۲۱/۴۷، دار النصر وسطی ربوہ

انعر احمد ابن مکرم نعیم احمد صاحب
احمد نگر ضلع جھنگ

بقیہ: ص۱ سے آگے

اس وقت تک کبھی ترقی نہ ہو گی۔ جب تک کہ ذاتی فوائد کو قومی فوائد پہ قربان نہ کیا جائے گا۔ پس ہمارے دوستوں کو چاہیئے کہ اس طرف بہت توجہ کریں کیونکہ جب تک تمام قوم میں اتحاد اور اتفاق نہ ہو اور تمام قوم ایک سلک میں منسلک نہ ہو اور ہر ایک دوسرے کے دکھ سکھ کو اپنا دکھ سکھ نہ سمجھے ترقی ہونی ناممکن ہے۔ کبھی کوئی انسان یہ نہ دیکھے گا کہ کسی کی آنکھ کو دکھ ہو اور اس کا باقی جسم آرام میں ہو یا ناک کان ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء میں تکلیف ہو تو باقی جسم میں دکھ نہ ہو۔ پس ہماری جماعت کو چاہیئے کہ آپس میں جسم کے اعضاء کی طرح ہو جائیں۔ بیمار اعضاء کی طرح نہیں بلکہ تندرست اعضاء کی طرح ہو جائیں کیونکہ جب تک یہ نہ ہو گا قومی ترقی مشکل اور نہایت مشکل ہے۔"

(خطبہ جمعہ ۲۱ رمئی ۱۹۱۵ء)

بقیہ: ص۵ سے آگے

ہم وہ قوم ہیں۔ جن کے پاس ایک زندہ خدا ہے۔ ایک زندہ رسولؐ ہے ایک زندہ کتاب ہے جو تمام علوم سے پُر ہے ایک زندہ مذہب ہے جو کہ مکمل ضابطہ حیات ہے اگر ہم نیک نیتی سے اس نظام کو لے کر نکلیں تو ہم ساری دنیا کی راہنمائی کر سکتے ہیں۔ ایک ایسا نظام دنیا کو دے سکتے ہیں جو ساری انسانیت کو قابل قبول ہو گا۔ ہم دنیا کے مستقبل اور امن کی ضمانت بن سکتے ہیں ہمیں اس کے لئے پہلے اپنے آپ کو بدلنا ہو گا اور اپنے ملک میں اس پر عمل کرنا ہو گا پھر ہم کسی اور کو کچھ دے سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے ملک کے لئے کچھ کرنے کی توفیق دے۔

ضروری اعلان

○ وہ تمام احمدی طلباء و طالبات جو لاہور میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں یا جنہوں نے اب داخلہ لیا ہے سے گزارش ہے کہ وہ جلد از جلد خاکسار کو مندرجہ ذیل کوائف سے آگاہ فرمائیں۔ شکریہ

نام، ولدیت، ڈیپارٹمنٹ/کلاس، تعلیمی ادارہ کا نام، مکمل ایڈریس۔

اپنے ڈیپارٹمنٹ یا ادارہ میں کتنے احمدی طلباء کو جانتے ہیں؟

مندرجہ بالا کوائف آپ کے فائدہ اور راہنمائی کے لئے ہمیں جلد از جلد درکار ہیں۔

ایڈریس برائے کوائف

(۱) دارالحمد ۱۳۴، اے نیو مسلم ٹاؤن لاہور

(۲) منور احمد جاوید زعیم دارالحمد (احمدیہ ہوسٹل) لاہور

خبریں

ملکی خبریں

○ وزیراعظم غلام مصطفےٰ جتوئی نے کہا ہے کہ وہ انتخابات میں کامیابی کی صورت میں برسراقتدار آنے کے بعد ملک سے استحصال اور لوٹ کھسوٹ ختم کر کے قومی یکجہتی کو فروغ دیں گے۔

○ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کے خاوند جناب آصف علی زرداری کو اغوا کے الزام میں انہر کیس میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ محترمہ بینظیر بھٹو نے اپنے خاوند کی گرفتاری پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ وزیراعظم جتوئی اور ان کے بیٹے کی متوقع شکست کے پیش نظر میرے خاوند کو گرفتار کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک نگران وزیر نے مجھے کہا تھا کہ آپ ملک سے باہر چلی جائیں ورنہ آصف کو گرفتار کر لیا جائے گا۔

○ پاکستان نیشنل شپنگ کارپوریشن کے سابق صدر ریٹائرڈ ایڈمرل عبدالوحید بھمبل کو کراچی میں ان کی رہائش گاہ سے اغوا کر لیا گیا۔

○ امریکہ نے فوجی امداد معطل کرنے کے بعد اب پاکستان کی اقتصادی امداد بھی معطل کر دی ہے۔

○ الیکشن کمشن نے پیپلز ڈیموکریٹک الائنس کے سیکرٹری جنرل مسٹر خورشید محمود قصوری کو ۱۷، اکتوبر کو کمیشن کے دفتر میں اسلام آباد طلب کر لیا ہے تاکہ وہ یہ ثبوت پیش کریں کہ اسلامی جمہوری اتحاد کن سنگین بدعنوانیوں کا ارتکاب کر رہا ہے۔ کمیشن نے یہ بھی پوچھا ہے کہ وہ یہ بتائیں کہ آیا یہ ساری باتیں الیکشن کمیشن کے دائرۂ اختیار میں شامل ہیں۔

○ سرحد کے سابق وزیراعلیٰ مسٹر آفتاب شیرپاؤ نے یقین دہانی کرادی ہے کہ وہ سپریم کورٹ میں جلوس لے کر نہیں آئیں گے۔ اس یقین دہانی پر سپریم کورٹ نے سرحد اسمبلی کی بحالی کے فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت شروع کر دی ہے۔

○ نیوزی لینڈ نے پاکستان کے خلاف پہلے کرکٹ ٹیسٹ کے پہلے دن ۵ وکٹوں کے نقصان پر ۱۶۷ رنز بنائے۔ وقار یونس نے دو اور وسیم اکرم عاقب جاوید اور اعجاز احمد نے ایک ایک وکٹ لی۔ پاکستان نے ٹاس جیت کر نیوزی لینڈ کو کھیلنے کی دعوت دی۔

غیر ملکی خبریں

○ عوامی جمہوریہ چین نے ۲۱ فلسطینیوں کی شہادت پر سخت ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے اسرائیل کے خلاف سخت بین الاقوامی کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔

○ سلامتی کونسل میں فلسطینیوں کی شہادت کے افسوسناک سانحے پر اپنی بحث جاری رکھی ہے۔ فرانس نے کہا ہے کہ اگر سلامتی کونسل نے اسرائیلی جارحیت کی واشگاف الفاظ میں مذمت نہ کی تو اس کے انتہائی سنگین اثرات مرتب ہونگے۔ سلامتی کونسل میں زیر بحث قرارداد کے متن پر اختلافات ہیں۔ غیر جانبدار ملکوں کی طرف سے ایک قابل قبول قرارداد کا مسودہ پیش کیا گیا ہے۔ جس میں سیکرٹری جنرل کو اپنا خصوصی نمائندہ بھیجنے کو کہا گیا ہے۔

○ مقبوضہ عرب علاقوں میں فلسطینیوں کی ہلاکت پر شدید احتجاجی مظاہرے جاری ہیں۔ مظاہرین نے پولیس پر شدید پتھراؤ کیا۔ پولیس نے کئی افراد کو گرفتار کر لیا ہے

○ فلسطینی مملکت کے صدر مسٹر یاسر عرفات نے کہا ہے کہ اگر سلامتی کونسل نے اسرائیل کی وحشیانہ کارروائی کے بارے میں قرارداد منظور نہ کی تو قرارداد جنرل اسمبلی میں پیش کی جائے گی۔

○ شمالی کوریا کے صدر مسٹر کم ال سنگ نے مشرقی اور مغربی جرمنی کے اتحاد کی طرز پر شمالی اور جنوبی کوریا کے اتحاد کی تجویز قطعیت سے مسترد کر دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ دونوں ممالک میں اگرچہ ایک ہی قوم بستی ہے۔ مگر دونوں کے نظام الگ الگ ہیں اور دونوں کو اپنا اپنا نظام علیحدہ طور پر قائم رکھنے کی آزادی حاصل ہے۔

آپ کا اپنا خالص سونے و چاندی کے زیورات کا مرکز

طاہر گولڈسمتھ

جدید فیشن کے زیورات آرڈر پر تیار کئے جاتے ہیں

آپ کے پرانے خادم نے پھر کام شروع کر دیا ہے۔

خالص سونے کی مکمل گارنٹی

فون ۶۴۳

پروپرائٹر:۔ طاہر احمد ظفر ولد میاں غلام اللہ اسلم راجپوت

طارق مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ (بالمقابل ایجنسی لائف گیس)

کیا آپکو اپنی تقریبات کیلئے بالکل نیا سامان چاہیئے؟

کیا آپ اچھے انتظام کے لئے پریشان ہیں؟ اس کے ساتھ کیا آپ رعائت بھی چاہتے ہیں؟ اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو پھر پورے یقین کے ساتھ تشریف لائیں۔ اس کے علاوہ ہم آپ کو گیس لائٹ بھی فری مہیا کریں گے۔

سادات ٹینٹ سروس

اقصیٰ روڈ۔ سراج مارکیٹ فون نمبر ۷۲۹